ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.1 (2024)

عبد المجید سالک کی خاکہ نگاری:

تعارف اور فن

ABDUL MAJEED SALIK'S SKETCH WRITING: INTRODUCTION AND ART

***عطاء الرحمٰن**

ایم فل سکالر شعبہ اردو ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ

****ڈاکٹر محمد رحمان**

اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ

*****جاوید خان**

،ریسرچ سکالر، پروفیسر شعبہ اردو ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ

ABSTRACT:

Poets, writers and intellectuals are sensitive and conscious members of any society. These people are devoted to the spirit of love, peace, progress, prosperity and goodwill. They try to create awareness in the society through their creations. Many great poets, writers and intellectuals were born in the Indian subcontinent. Among them, great people like Mirza Asadullah Ghalib, Allama Muhammad Iqbal, Muhammad Hussain Azad, Abul Kalam Azad, Agha Shorush Ka Shamiri, Ghulam Rasool Mehr, Hasrat Mohani, Maulvi Abdul Haq, Chaudhry Afzal Haq, Maulana Zafar Ali Khan and Ehsan Danish. Included. An important name among these people is Abdul Majeed Salik, who is a well-known poet and writer.

Keywords:

Poets, writers , intellectuals , sensitive , Mirza Asadullah Ghalib , Allama Muhammad Iqbal , Muhammad Hussain Azad , Abul Kalam Azad , Agha Shorush Ka Shamiri , Ghulam Rasool Mehr , Hasrat Mohani , Maulvi Abdul Haq, Chaudhry Afzal Haq , Maulana Zafar Ali Khan , Ehsan Danish

عبد المجید سالک کے آباؤ اجداد کا تعلق ہندوستان کے علاقہ دھرم کوٹ رندھاوا (ضلع گورداسپور) سے تھا۔ خاندانی طور پر زمیندار تھے۔ پڑدادا ہجرت کر کے بٹالہ آگئے اور اپنا صابن بنانے کا اپنا کام شروع کیا۔ اپنا کارخانہ قائم کیا۔ یہاں سے ان کا خاندانی پیشہ زراعت سے صنعت کو منتقل ہو گیا تھا۔ ان کے دادا کا نام میاں محمد تھا۔ جو نہایت پرہیز گار، نیک، صلح اور متقی بزرگ تھے۔ تدریس کے شعبے سے منسلک تھے۔ ان کی اولاد میں کل چار بیٹے تھے۔ عبد المجید سالک کے والد کی ملازمت پٹھان کوٹ میں ہونے کی وجہ سے وہ اپنے اہل خانہ سمیت پٹھان کوٹ منتقل ہو گئے تھے۔ عبد المجید سالک کا خاندان علمی و ادبی طور پر اہمیت کا حامل ہے۔ ان کے دادا تدریس کے شعبہ سے منسلک تھے اور والد اگرچہ میونسپل کمیٹی میں ملازم تھے مگر ادبی ذوق ایسا تھا کہ خود بھی شعر کہتے تھے۔ ان کے والد کا تخلص عاصی تھا۔ عبد المجید سالک کے چچا بھی شعر کہتے تھے۔

عبد المجید سالک 13 دسمبر 1894ء میں بٹالہ، گورداسپور، ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد اور دادا سے گھر ہی میں حاصل کی تھی۔ والد کی ملازمت کی وجہ سے وہ پٹھان کوٹ میں رہائش پذیر تھے۔ اس لیے ابتداء پٹھان کوٹ میں سکول میں داخل ہو گئے۔ مزید تعلیم کے لیے بٹالہ چلے گئے اور وہیں سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ مزید تعلیم کے لیے لاہور کی جانب رخ کیا اور 1914ء میں لاہور سے بی اے کی ڈگری حاصل کی۔ عبد المجید سالک کے ایک چچا وزیرستان میں ملازمت کرتے تھے۔ اس لیے میٹرک کے امتحان سے فارغ ہوتے ہی چچا نے عبد المجید سالک کو اپنے پاس وزیرستان بلا لیا۔ چچا کے پاس وزیرستان آکر عبد المجید سالک پولیٹکل عملی کا حصہ بن گئے۔ چچا نے ان کے لیے عارضی ملازمت کا بندوبست کیا۔ مختصر مدت وزیرستان میں گزارنے کے بعد 1912ء کو سالک واپس اپنے وطن چلے گئے۔ کچھ عرصہ پٹھان کوٹ میں گزارنے کے بعد ملازمت

کی تلاش میں لاہور جا پہنچے۔ محکمہ ریلوے میں ملازمت شروع کی۔ چونکہ عبد المجید سالک کا مزاج کسی سخت کام کا محتمل نہیں تھا۔ اس لئے چند ماہ میں ہی عبد المجید سالک کی طبیعت سخت ناساز ہو گئی جس کی وجہ سے یہ ملازمت چھوڑ کر واپس پٹھان کوٹ آ گئے۔ وہاں ایک سکول میں بطور مدرس ملازمت شروع کی۔ جس کی تنخواہ 25 روپے مقرر کی گئی تھی۔ جب طبیعت مکمل طور پر بحال ہو گئی عبد المجید سالک نے اپنے مزاج کے مطابق ادبی میدان میں کودنے کا ارادہ کیا اور پٹھان کوٹ میں رہتے ہوئے ہی ایک رسالہ "فانوس خیال" کا اجرا کیا۔ اگرچہ اس رسالہ میں وقت کے جید ادیب وشعراء لکھنے شروع ہو گئے تھے لیکن چونکہ رسالہ لاہور سے چھپ کر آتا تھا تو پریس اور کاتب کے درمیان اس قدر مسافت کی وجہ سے رسالہ دس ماہ سے زیادہ نہ چل سکا۔ عبد المجید سالک اس ناکامی کا تذکرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

> لیکن وہی والد محترم کی بات صحیح ثابت ہوئی۔ بھلا وہ رسالہ کیا چلے گا جس کا کاتب قادیان میں رہتا ہو۔ پریس لاہور میں ہو۔ مقام اشاعت پٹھان کوٹ ہو اور مالک و مدیر اپنی ملازمت کی پابندیوں کی وجہ سے کہیں آنے جانے سے بھی قاصر ہو۔ (1)

اس رسالہ کی ناکامی پر عبد المجید سالک دلبر داشتہ ہو کر امر تسر چلے گئے اور کچھ دن وہاں ملازمت کے لیے بھاگ دوڑ کرنے کے بعد لاہور جا پہنچے۔۔ لاہور ادبی مشغلوں کا گڑھ تھا۔ عبد المجید سالک نے اپنے دوست چودھری دلاور خان کے مشورہ پر ناول لکھا۔ اس وقت لوگ تحریریں خرید ا کرتے تھے۔ اس لئے عبد المجید سالک نے اپنے نام کے بغیر ناول شائع ہونے کے لیے دیا جس سے ان کو پچاس روپے آمدنی ہوئی۔ لیکن چودھری دلاور نے عبد المجید سالک کو اس عمل سے روک دیا کہ یہ عمل خود کو ذلیل کروانے کے مترادف ہے۔ کسی اخبار یا رسالے مستقل منسلک ہو جاؤ۔ عبد المجید سالک "زمیندار" اخبار کے دفتر جا پہنچے۔ وہاں تو ملازمت تو نہ ملی مگر رستہ ہموار ہو گیا اور سید ممتاز علی کے رسالے "تہذیب نسواں" اور "پھول" میں نائب ایڈیٹر کی ملازمت مل گئی۔ 1915ء کے آخر میں سید ممتاز علی کے ادارے دارالاشاعت میں عبد المجید سالک نائب ایڈیٹر کے طور پر فرائض سر انجام دینے لگے۔ اسی دوران زمیندار میں بھی عبد المجید سالک کی چند تحریریں شائع ہوئیں۔ جب وہ تحریریں مولانا ظفر علی خان کی نگاہ سے گزریں تو انہوں نے عبد المجید سالک کو زمیندار میں ملازمت کی پیشکش کی۔ اس ملازمت کے حوالے سے عبد المجید سالک لکھتے ہیں:

"میں مولوی صاحب (مولانا ظفر علی خان) کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بڑے تپاک سے ملے اور کہنے لگے، سالک صاحب! میں آپ کی نظم و نثر دیکھ چکا ہوں اور آپ کو نوجوان ادیبوں اور شاعروں میں غنیمت سمجھتا ہوں۔ مجھے اپنی مرضی کے مطابق عملہ نہیں ملتا۔ آپ زمیندار میں آ جائیے۔ میں نے منظور کر لیا۔" (2)

عبد المجید سالک نے سید امتیاز علی کو ایک سو روپیہ ادھار واپس کرنا تھا وہ بھی مولانا ظفر علی خان نے اپنے جیب سے ادا کیا اور 1920ء سے عبد المجید سالک نے زمیندار میں بطور ایڈیٹر ملازمت شروع کر دی۔ 1927ء میں عبد المجید سالک اور مولانا غلام رسول مہر نے زمیندار سے معاملات خراب ہو جانے کی وجہ سے استعفیٰ دے دیا۔ چند روز بعد مولانا غلام رسول مہر اور عبد المجید سالک نے علامہ محمد اقبال سے مشاورت کر کے "انقلاب" نامی اخبار جاری کیا جو کہ تیس سال یعنی عبد المجید سالک کے آخری ایام تک جاری رہا۔

عبد المجید سالک نے نہ کسی انجمن ستائش باہمی کا آغاز کیا اور نہ ہی کسی ایسی انجمن کی بنیاد رکھی بلکہ ان کا مزاج منافقت سے کوسوں دور، طبیعت میں صاف گوئی پائی جاتی تھی۔ اس لیے انہوں نے کبھی بھی کسی کی جھوٹی تعریف نہیں کی۔ نہ کسی سے اپنے لیے رسمی تعریفانہ جلسے کی خواہش کی۔ اس لیے ان کے ہم عصر اور حلقہ احباب میں ان کی پہچان ایک کھرے اور مخلص انسان کی تھی۔ عبد المجید سالک کے مزاج اور شخصیت کا تذکرہ کرتے ہوئے آغا شورش کاشمیری لکھتے ہیں:

> طنز و مزاح میں ایک خاص اسلوب کے نہ صرف بانی تھے بلکہ اس سجادے پر پھر کوئی دوسرا شخص فروکش نہ ہو سکا۔ اس مزے سے چٹکی لیتے کہ مخاطب کا جی بھی داد دینے کو چاہتا۔ کسی محفل کے لیے بار نہ تھے۔ سب کے دوست حتیٰ کہ دشمنوں کے بھی دوست، ان کی انسانیت ہمیشہ بے داغ رہی۔ ہر شخص کی افتاد، یا

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.1 (2024)

مصیبت میں کام آنا ان کی فطرت کا شعار تھی۔ موت کے دراز ے تک مسکراتے رہے۔۔۔ اگر کوئی شخص اس دور میں یہاں اپنی شرافت کے باعث زندہ رہ سکتا تو بلاشبہ لاہور میں وہ تنہا رہتے۔"(3)

شورش کاشمیری اور عبدالمجید سالک کا تعلق ادبی حوالے سے بھی خاصہ مضبوط تھا۔ عبدالمجید سالک کی کتاب "یاران کہن "شورش کاشمیری" کی تاکید اور اصرار کا ثمرہ ہے۔ شورش کاشمیری عبدالمجید سالک کے قلمی مزاج کے حوالے سے یوں رقمطراز ہیں:

"عبدالمجید سالک پنجاب میں اردو صحافت کے عناصر اربعہ میں سے ایک، "عناصر اربعہ ظفر علی خان، غلام رسول مہر، چراغ حسن حسرت اور عبدالمجید سالک۔۔۔ سر تاپا بذلہ، قلم میں لطافت زبان میں شرافت اور دماغ میں فراست، بولتے نہیں، موتی رولتے ہیں، ان کے قلم نے کبھی شعلے اور کبھی پھول بکھیرے ہیں۔ اچھوتی طنزوں اور سیاسی پھبتیوں میں ان کا جواب نہیں۔(4)

غلام رسول مہر، عبدالمجید سالک کے یار غار تھے۔ یہ دوستی 1927ء سے زمیندار اخبار سے شروع ہوئی بعد وفات بھی جاری رہی اور آج بھی دونوں کی قبریں ایک ہی قبرستان میں ہیں۔ غلام رسول مہر، عبدالمجید سالک سے تعلق کے بارے میں لکھتے ہیں

نومبر 1922ء میں وہ رہا ہو کر آئے تو میں نے پہلی مرتبہ انھیں دیکھا۔ عجیب بات یہ ہے کہ دو چار ہی دن میں ہمارے درمیان ایسے روابط پیدا ہو گئے جو دو قریبی عزیزوں میں بھی پیدا ہونے مشکل ہیں، اور مجھے یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ نومبر 1922ء سے اکتوبر 1949ء تک میں اور وہ ایک کشتی میں سوار رہے۔ زندگی کے بہترین اوقات اسی طرح بسر ہوئے (5)

عبدالمجید سالک کے ساتھ بیتے لمحات کا تذکرہ کرتے ہوئے احمد ندیم قاسمی لکھتے ہیں:

"سالک صاحب کے اور میرے درمیان عقیدت و شفقت کا رشتہ تھا۔ عقیدت میری اور شفقت ان کی، اور طویل عرصے تک نہ تو میری عقیدت میں کوئی کمی آئی اور نہ ان کی شفقت ہیں۔ حالانکہ ہماری راہیں عموماً الگ الگ رہیں، بلکہ اکثر اوقات ہم دو قطعی مخالف راہوں پر گامزن رہے۔(6)"

احمد ندیم قاسمی کا عبدالمجید سالک سے شاگردوالا تعلق تھا جو اس قدر بے تکلف ہوا کہ یہ فرق جاننا مشکل تھا کہ یہ دونوں استاد شاگرد ہیں یا گہرے دوست ہیں۔

عبدالمجید سالک اردو ادب کے فلک پر ایک نمایاں ستارہ ہے جو آج تک پوری آب و تاب سے چمک رہا ہے۔ ان کے ادبی و علمی مرتبہ کی جھلک یہاں سے پرکھیے کہ ان کے ہم عصر حضرات میں علامہ محمد اقبال، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا غلام رسول مہر، احمد شاہ پطرس بخاری، مولانا ظفر علی خان، آغا شورش کاشمیری، چراغ حسن حسرت، سید عطاء اللہ شاہ بخاری، جیسے آسمانِ علم و ادب کے درخشاں ستارے شامل ہیں تو شاگردوں میں احمد ندیم قاسمی اور مجید لاہوری جیسے ادبی شاہکار موجود ہیں۔ باکمال ادیبوں میں ایک خوبصورت انسان ہونے کا مکمل امتزاج عبدالمجید سالک کی شخصیت کا نمایاں پہلو ہے۔ اردو ادب میں عبدالمجید سالک کا نام رہتی دنیا تک روشن رہے گا ان کی ادبی خدمات کو کسی طور نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.1 (2024)

ادب میں خاکہ نگاری شخصیات اور افراد کے خدو خال، عادات و اطوار اور زندگی کے رنگین کردار کو خوبصورت انداز میں پیش کرنا ہے۔ خاکہ نگاری میں شخصیات کی تصویر کشی اس طرح کی جاتی ہے کہ اس کا ظاہر اور باطن دونوں ہی قاری کے ذہن میں نقش ہو جاتے ہیں اور قاری کو یوں محسوس ہوتا ہے کہ خاکہ نگار نے اس شخصیت کو نہ صرف دیکھا ہے بلکہ خوب سمجھا اور دیکھا بھالا ہے۔ قاری ایک لمحے کو بھی یہ تصویر نہیں کر پاتا کہ یہ کردار خیالی ہو سکتا ہے۔ اس وجہ سے خاکہ نگاری کو مشکل فن تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس فن کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ موضوع یا شخصیت کی عکس بندی کرتے ہوئے اسے اصلی رنگ وروپ میں پیش کرتا ہے۔ اس کی خوبیاں اور خامیاں دونوں کا تذکرہ لازمی ہوتا ہے۔ صرف خوبیاں یا صرف خامیاں پیش کرنا اچھا خاکہ نگار ہونے کی علامت نہیں ہوتی۔ خاکہ کو انگریزی میں (Pen-Sketch) کے نام سے تعارف کروایا جاتا ہے۔ یہ اصل میں لاطینی زبان کے لفظ sehdiom سے ماخذ کیا گیا ہے۔ اس کے لغوی معنی extempore کے ہیں جس کا مطلب فی البدیہہ کے ہیں۔ J.A.Cuddon خاکہ نگاری کے حوالے سے یوں رقم طراز ہیں:

"Sketch:- two basic ctegories of sketch may be distinguished as a short piece

of rose(often of parhapse a thousend to to thousand word) and usally of a descriptive kind. Commonly found in enwspaper and magzines. In some cases

it becomes very nearly a short(q.v). A well-known example is dickens's Sketches by boz (1839), a series of sketch of life and manners, (b) a brief dramatic piece of the kind one might find in a revue(q.v) or as a curtain raiser(q.v) or as a part of some other kind of theatrical enterainment. A good example is Harold Pinter's Last bus" (7)

ایک اچھا خاکہ کسی بھی قسم کی پابندی کا شکار نہیں ہوتا۔ دنیا میں ہر قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ اچھے، برے، توانا، کمزور، صحت مند، اپاہج، سیاہ، سفید، خوش اخلاق، بد اخلاق، ہر قسم کے لوگ موجود ہیں۔ خاکہ کا موضوع کسی مشہور اور عظیم شخصیت ہی کا ہونا لازمی نہیں ہوتا۔ خاکہ کسی بھی شخصیت کا لکھا جا سکتا ہے۔ عام آدمی بھی خاکے کا موضوع بنایا جا سکتا ہے۔ بابائے اردو مولوی عبدالحق کا قول ہے کہ

" پھول میں گر آن ہے کانٹے میں بھی ایک شان ہے "(8)

عبدالمجید سالک نے یاران کہن میں شخصی خاکہ نگاری کو موضوع بنایا ہے۔ ان کے لکھے گئے خاکوں پر مشتمل مجموعہ "یاران کہن" کے عنوان سے 1955ء میں مطبوعات چٹان لاہور نے شائع کیا۔ اس کتاب میں میں شخصیات کے خاکے موجود ہیں۔ ان میں مولانا محمد علی، مولانا شوکت علی، علامہ اقبال، مولانا ابوالکلام آزاد، سید ممتاز علی، مولانا ظفر علی خان، میاں فضل حسین، سردار سکندر حیات خان چودھری سر شہاب الدین، آغا حشر کاشمیری، مولانا حسرت موہانی، مولانا گرامی، مولانا احمد سعید دہلوی، خواجہ حسن نظامی، حکیم فقیر چشتی، سید حبیب، مولانا جور نجیب آبادی، مولانا چراغ حسن، ڈاکٹر تاثیر اور مولانا بیدل شاہ جہان پوری شامل ہیں۔

عبدالمجید سالک نے یاران کہن میں ان ادباء، شعرا اور مشاہیر کے خاکہ لکھے ہیں۔ جن سے ان کا کسی نہ کسی طرح سے تعلق رہا ہے۔ ان میں سے اکثر کے قریبی دوست احباب ہیں۔ جن کے ساتھ ان کے شب وروز گزرے۔ خاکہ نگار کے طریق کار سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ انھوں نے ادیبوں، شاعروں اور دانشوروں کے اس چہرے کو نمایاں کرنے کی سعی کی ہے۔ جو کہ ان کی تخلیقات میں ابھرا۔ دوسرے لفظوں میں خاکہ نگار نے ادباء اور شعرا کو بحیثیت انسان دیکھنے کی بجائے ادیب کی حیثیت سے دیکھا۔ خاکہ نگاری کا اولین اصول ہی یہ ہے کہ خاکہ نگار اپنی موضوع شخصیت کو انسان کے روپ میں اجاگر کرے۔ اس کی دیگر کامیابیوں اور تخلیقات کو بھی محض اس غرض سے احاطہ تحریر میں لائے کہ ان سے متعلقہ شخصیات کے انسانی اوصاف ابھر سکیں۔ یہاں خاکہ نگار نے متن کی شخصیت کو قلم بند کیا ہے۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.1 (2024)

عبد المجید سالک کے تحریر کردہ سبھی خاکے نہایت جاندار ہیں۔ جو مختصر بھی ہیں اور طویل بھی۔ عبد المجید سالک کے یہ خاکہ اپنی بشری کمزوری سے آراستہ و پیراستہ زندگی کی کیفیات سے دوچار دکھائی دیتے ہیں۔ اگرچہ ان کے خاکہ مختلف مضامین بکھرے پڑے ہیں اور ہر جگہ ایک نئی کیفیت کے ساتھ نمودار ہوتے ہیں۔ لیکن پھر بھی قاری کو شخصیت رقع اور خاکہ کا بھرپور تاثر مل جاتا ہے۔ اردو ادب میں یہ روایت کر رہی ہے کہ خاکہ نگاری میں کسی شخصیت سے بے وجہ مرعوب ہو کر عبد المجید سالک خاکہ مرتب کیے جاتے ہیں۔ لیکن عبد المجید سالک نے ایسا نہیں کیا۔ وہ کسی بھی شخصیت کا خاکہ مرتب کرتے وقت اس کو مافوق الفطرت بنانے کی کوشش نہیں کرتے ان کے کردار جن سے ان کے خاکہ آراستہ ہیں۔ ہماری جیتی جاگتی زندگی سے منسلک ہیں اور وہ اپنی خوبیوں، خامیوں، لاچاریوں، بے بسیوں اور محرومیوں سے نبھا کرتے دکھاتی ہیں۔ عبد المجید سالک ایسی فضا قائم کرتے ہیں جس سے اس شخصیت کا پورا ماحول سامنے آجاتا ہے۔

یاران کہن کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو ان میں ادبی، سیاسی و مذہبی خاکوں کے ساتھ ساتھ معاشرتی خاکہ موجود ہیں۔ جو فن خاکہ نگاری سے اثر ہیں عبد المجید سالک صرف خاکہ نگاری نہیں بلکہ وہ اعلیٰ پائے کے شاعر بھی تھے۔ عبد المجید سالک کے خاکہ طویل خاکوں کی تعداد (20) ہے۔ مختصر خاکوں میں کئی نام شامل ہیں، جو الگ الگ میدانوں سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کی اپنی اپنی جگہ اہمیت اور مقام ہے ان کی خاکہ نگاری کی فنی جھلک ملاحظہ کیجیے۔

مولانا ابو الکلام آزاد کا اپنا نام سید غلام محی الدین بن خیر الدین احمد تھا جو اپنے نو عمری کے باوجود علم علم و فن اور لسانی و طراری کے حوالے سے اپنے ہمسروں اور ہم عصروں سے میلوں آگے تھے۔ تھے صاف ستھر الباس لطیف و قلیل غذا، صفائی کی شیدائی میں اپنی مثال آپ تھے علم فن ہو یا سیاسی میدان ہر جگہ ہر جوہر دکھاتے میں ماہر شخصیت تھے۔ علاوہ ازیں آغا حشر کاشمیری، ابو نصر آہ اور نظیر حسن کے ساتھ مل کر کئی دفعہ عیسائیوں سے مناظرے کیے تھے۔ اور دین کی خدمت میں پیش رہتے تھے۔ مولانا ابو الکلام آزاد علم میں بے نظیر شخصیت کے طور پر ہندوستان میں مشہور ہو گئے کئی دفعہ بڑے بڑے لوگ ان کی بے پناہ صلاحیتوں سے حیرت زدہ ہوئے۔ علامہ شبلی نعمانی، ابو الکلام آزاد سے بے حد متاثر جن کی بنا پر انہیں "الندوہ" کی ادارت سونپ دیں۔ اس بارے میں عبد المجید سالک رقم طراز ہیں:

"مولانا شبلی نو عمر ابو الکلام آزاد کی علمیت سے اس قدر متاثر ہوئے کہ انھوں نے "الندوہ" کی ادارت انہیں سونپ دی۔ مولانا کی نو عمری کی وجہ سے اکثر بزرگوں کو یقین نہ آتا تھا کہ جو فاضل جلیل " الندوہ" میں مضامین لکھتا ہے وہ یہی لڑکا ہے بلکہ مولانا حالی تو ایک دفعہ مولانا ابو الکلام آزاد کا صاحبزادہ سمجھ بیٹھے تھے اور بعد حیرت اور ندامت کا اظہار کیا تھا۔ موجودہ صدی کے عشرہ دوم کے آغاز میں مولانا ابو الکلام آزاد اور ان کا صحیفہ " الہلال" اس شان و شوکت سے خطابت و صحافت کے افق پر جلوہ گر ہوئے کہ ملک بھر کی آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔ مسلمانوں کو اس سے پیشتر نہ تو ایسے روشن طبع طباع و طرار اور ادیب و خطیب عالم دین کو دیکھنے کا اتفاق ہوا تھا اور نہ ایسا اخبار ہی کبھی جاری ہوا تھا۔"[9]

مولانا ابولکلام آزاد کی طبیعت میں شگفتگی اور طنز و مزاح کی خوبی شامل تھی جن کے بدولت بات کو اپنے انداز سے پیش کیا کرتے کہ اہل محفل دنگ رہ جاتے۔ سیاسی شعور کے ساتھ ساتھ ان کی زندگی میں لطائف و مستی کا بڑا عمل داخل رہا۔ وہ قابل ستائش رہے۔ ایک دفعہ سید احمد شاہ بخاری کے ہاں کھانے کے دوران مسلمانوں کی روح و عمل کے فقدان پر بات ہو رہی تھی جس کی منظر کشی عبد المجید سالک بڑے احسن طریقے سے یوں کرتے ہیں:

کوئی علمی بات بھی کریں گے تو اس کو اپنی خوش بیانی سے اتنا دلکش بنا دیں گے کہ عمر بھر بھلائی نہ جا سکے۔ پاکستان کے قیام سے پہلے ایک دن سید احمد شاہ بخاری کے ہاں کھانے پر آئے۔ مسلمانوں میں روح عمل کے فقدان پر بات ہو رہی تھی۔ فرمایا تصوف کی کتابیں اور اولیاء کے تذکرے پڑھو تو اس قسم کے واقعات اکثر نظر آئیں گے کہ ایک بزرگ محفل سماع میں بیٹھے تھے۔ مطرب نے شعر پڑھا۔ کشتگان خبر تسلیم را ہر زمان از غیب جانے دیگر ست (10)

خاکہ نگاری کے لیے ضروری ہے کہ وہ موضوع شخصیت کی زندگی سے شناسائی رکھتا ہو۔ عبد المجید سالک کے تمام خاکوں میں موضوع شخصیت سے خوب شناسائی کی کیفیت ملتی ہے۔ انھوں نے مولانا ابو الکلام آزاد کی خوبیوں کو اس انداز سے پیش کیا ہے۔ جس کے بدولت ابو الکلام آزاد کی شخصیت سے واقفیت حاصل ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں عبد المجید

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.1 (2024)

سالک نے اپنے خاکوں میں زیادتی دلچسپی کو ترک کر کے غیر جانبداری سے مرقع تراشے ہیں۔جو اردو خاکہ کے لیے ایک بیش بہا معلومات کے ذخیرے ہے۔اس سے ان کی فنی مہارت کا پتہ چلتا ہے کہ حسرت موہانی کی طبیعت میں درویشی تھی، ساتھ ہی قناعت پسند شخصیت تھے۔انھوں نے پوری زندگی بڑی سادگی اور تنگ دستی میں گزاری لیکن کبھی بھی کسی کے آگے کمزور نہیں ہوئے۔بڑے بڑے جاگیر دار حسرت موہانی سے ملنے کے طلب گار تھے لیکن مولانا کی طبیعت میں خود غرضی، لالچ جیسی خصلتیں موجود نہیں تھیں، جس کے بنا پر بارہ دفعہ حج کی سعادت نصیب ہوئی۔عبد المجید سالک سے والہانہ لگاؤ رکھتے تھے، جس کے بنا پر اکثر سالک صاحب کے ہاں آیا کرتے تھے اور محفلیں سجاتے تھے۔ علاوہ ازیں باہر بھی ملنا جلنا حسب معمول تھا۔جس وجہ سے سالک ان کی زندگی کے بیشتر واقعات سے باخبر رہتے تھے۔عبد المجید سالک ان کی سادگی اور قناعت کی تصویر کشی ان کی ایک ملاقات سے کرتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں : انہی دنوں "زمیندار" کے دفتر میں ملاقات ہوئی۔مولانا انگلستان سے واپس آئے ہوئے تھے اور عقیدت مندوں کے جھرمٹ میں بیٹھے ہوئے وہاں کے حالات سنا رہے تھے۔میں نے پوچھا۔مولانا آپ کو غالباً اللہ چھپر پھاڑ کر بہت سی دولت دے دی ہے۔کیونکہ آپ دو دفعہ انگلستان ہو آئے ہیں کہنے لگے انگلستان جانے پر کونسی دولت خرچ ہوتی ہے۔میں نے کہا آخر چند ہزار تو صرف ہو ہی جاتے ہیں۔کہنے لگے میں تو چار سو روپے میں انگلستان چلا بھی جاتا ہوں۔اور واپس بھی آجاتا ہوں۔عرض کیا۔حضرت وہ ترکیب ہمیں بھی بتا دیجیے۔کہنے لگے۔حساب لگایئے۔لاہور سے کراچی تک تھرڈ کلاس کا کرایہ دس روپے (اس زمانے میں کرایہ یہی تھا) کراچی سے ساحلی جہاز کے عرشے پر خلیج فارس میں بھر پہنچ گئے۔ سینتیس روپے لگتے ہیں۔وہاں سے لاری میں خانقین تک چند روپے خانقین سے "نیرن اوور لینڈ" کی بس میں بیٹھے یہ لوگ ایک پاؤنڈ میں فی مسافر کرایہ لیتے ہیں اور حیفا پہنچا دیتے ہیں۔جو خانقین سے کوئی پانچ سو میل دور ہے اور بحیرہ روم کے ساحل پر واقع ہے۔وہاں "حدیول میل" کے جہاز بحیرہ روم میں آتے جاتے ہیں۔چنانچہ کوئی پچاس روپے میں مارسیلز پہنچا دیتے ہیں۔وہاں سے کیلے پہنچنے کے لیے ٹرین میں سوار ہوئے اور دوبارہ انگلستان پر جا پہنچے۔یہاں البتہ کچھ پیسے زیادہ خرچ ہو جاتے ہیں۔لیکن لندن تک پہنچنے میں دو سو روپے سے زیادہ صرفہ نہیں ہوتا۔[11] خاکہ نگاری ایک مشکل ترین صنف ہے۔وجہ یہ کہ موضوع شخصیت کی زندگی سے ان واقعات کا انتخاب ضروری ہوتا ہے کہ موضوع شخصیت سے شناسائی حاصل ہو جائے۔سالک نے اپنے خاکوں میں شخصیت کی زندگی سے ان واقعات کا انتخاب کیا ہے۔جس سے قاری کو موضوع شخصیت سے آگاہی خوب حاصل ہو جاتی ہے اور قاری کو شخصیت کی تصوری میں کوئی دھندلاہٹ محسوس نہیں ہوتی۔جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عبد المجید سالک کے خاکے اردو ادب کے لیے ایک اہم ذخیرہ ہیں۔جس کی بنا پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ سالک اردو ادب میں خاکہ نگاری میں اعلیٰ مقام رکھتے ہیں۔

حوالہ جات

1. عبد المجید سالک، سرگزشت، بک کارنر، جہلم، اگست 2018ء، ص45
2. ایضا، ص87،88
3. پروفیسر محمد اقبال جاوید، قلم کے چراغ، دار الکتاب، اردو بازار لاہور، اگست 2009ء، ص360
4. ایضا، ص359
5. راشد اشرف، "ظفر و سالک"، اٹلانٹس پبلی کیشنز، کراچی، مارچ 2022، ص233
6. A dictionary of literary term, J.A.Cuddon, P.N 632.7
7. 8مولوی عبد الحق، چند ہم عصر، انجمن ترقی اردو، نئی دہلی فروری، 1975، ص103
8. عبد المجید سالک "یاران کہن"، مطبوعات چٹان لاہور، 1955ء، ص32،31
9. ایضا، ص39

10. ایضا، ص94،95